حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم

احسان الرحمٰن غوری*

عبدالستار غوری**

بائبل میں متعدد انبیاء نے اپنے بعد آنے والے واقعات اور انبیائے کرام کے متعلق پیشین گوئیاں کی ہیں۔ قرآن کریم میں یہ بات زور دے کر کہی گئی ہے کہ بائبل کی کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اتنی واضح پیشین گوئیاں درج ہیں جن کے سمجھنے میں کوئی معقول انسان مشکل محسوس نہیں کرسکتا، بلکہ وہ آپؐ کو اس طرح پہچان سکتا ہے جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتا ہو۔

بائبل کے 'عہد نامۂ قدیم' کی کتاب 'استثنا' میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ 'میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا'۔ جس عبارت سے یہ الفاظ نقل کیے گئے ہیں، وہ درج ذیل ہے:

> خداوند تیرا خدا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔ تم اُس کی سُننا۔ یہ تیری اُس درخواست کے مطابق ہوگا جو تُو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سُننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو، تاکہ میں مر نہ جاؤں۔ اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اُن کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری اُن باتوں کو، جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سُنے گا تو میں ان کا حساب (۱) اس سے لوں گا۔ لیکن جو نبی گستاخ بن کر کوئی ایسی بات میرے نام سے کہے جس کے کہنے کا میں نے اس کو حکم نہیں دیا، یا اور معبودوں کے نام سے کچھ کہے، تو وہ نبی قتل کیا جائے۔ اور اگر تو اپنے دل

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

** ریسرچ فیلو، المورد انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سائنسز، لاہور، پاکستان

میں کہے کہ جو بات خداوند نے نہیں کہی ہے اسے ہم کیونکر پہچانیں؟ تو پہچان یہ ہے کہ جب وہ نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور اس کے کہے کے مطابق کچھ واقع یا پورا نہ ہو تو وہ بات خداوند کی کہی ہوئی نہیں بلکہ اس نبی نے وہ بات خود گستاخ بن کر کہی ہے۔ تُو اس سے خوف نہ کرنا۔(۲)

کنگ جیمز ورشن (KJV) میں، جسے مستند ترجمہ (AV) بھی کہا جاتا ہے، اس کا انگریزی ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

The Lord thy God will raise up unto thee a 'Prophet from the midst of thee, of thy brethren, like unto me; unto him ye shall hearken; according to all that thou desiredst of the Lord thy God in Horeb in the day of the assembly, saying, Let me not hear again the voice of the Lord my God, neither let me see this great fire any more, that I die not. And the Lord said unto me, They have well spoken that which they have spoken. I will raise them up a Prophet from among their brethren, like unto thee, and will put my words in his mouth; and he shall speak unto them all that I shall command him. And it shall come to pass, that whosoever will not hearken unto my words which he shall speak in my name, I will require it of him. But the prophet, which shall presume to speak a word in my name, which I have not commanded him to speak, or that shall speak in the name of other gods, even that prophet shall die. And if thou say in thine heart, How shall we know the word which the Lord hath not spoken? When a prophet speaketh in the name of the Lord, if the thing follow not, nor come to pass, that is the thing which the Lord hath not spoken, but the prophet hath spoken it presumptuously: thou shalt not be afraid of him.(۳)

آئندہ سطور میں اس پیشین گوئی کے اَہم نِکات کی ایک ایک کر کے وضاحت کی جائے گی۔

ا۔ ''تیرے ہی درمیان سے'' (۴) "From the midst of Thee'

''تیرے ہی درمیان سے'' (بشرطیکہ یہ ''تیرے ہی درمیان سے'' کی ترکیب واقعی اور اصلی ترکیب ہو اور بائبل کے کسی بعد کے مُدوِّن کی طرف سے الحاق کردہ نہ ہو، حالانکہ لگتا یہی ہے کہ عبارت کا یہ ٹکڑا الحاقی ہے) کے الفاظ کے موجودہ سیاق وسباق میں صریحاً یہ معنی ہیں کہ موعود نبی تمھارے اصل اور مشترکہ بزرگ ابراہیم علیہ السلام کی نسل

سے ہوگا۔ تاہم یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ یہ پیشین گوئی بائبل کے 'عہد نامۂ قدیم و جدید' میں بعض دیگر مقامات پر بھی نقل کی گئی ہے(۵)۔ لیکن یہ ترکیب وہاں موجود نہیں۔اس سے اس ترکیب کی اصلیت مشکوک ہو جاتی ہے۔ بائبل کے بعض تراجم میں اِسے 'کسی جگہ' کے مفہوم میں لیا گیا ہے۔ایک یہودی تفسیر میں وضاحت کی گئی ہے:

from the midst of thee. This implies that the endowment of prophecy can only be exercised in the holy land (N).(۶)

''تیرے درمیان سے''اس کا مطلب یہ بنتا ہے کہ پیشین گوئی کی تفویض صرف ارضِ مقدس ہی میں عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

بائبل کے کچھ تراجم میں سے عبارت کی آیت ۱۵ سے یہ ترکیب حذف کر دی گئی ہے۔'دی نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل' نے نہ صرف یہ کہ یہ ترکیب حذف کر دی ہے، بلکہ لفظ 'بھائیوں' کو بھی 'لوگوں' میں تبدیل کر دیا ہے اور اس کا مندرجہ ذیل ترجمہ کیا ہے:

(...) will raise up for you a prophet like me from among your own people; you shall heed such a prophet.(۷)

تمھارے لیے تمھارے اپنے لوگوں میں سے میری مانند ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔تم ایسے نبی کی بات توجہ سے سننا۔

NIV نے آیت ۱۵ سے یہ ترکیب حذف کر کے مندرجہ ذیل ترجمہ کیا ہے۔

(...) will raise up for you a prophet like me from among your own brothers. You must listen to him.(۸)

تمھارے لیے تمھارے اپنے بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا۔تمھیں اس کی بات ضرور سننا ہوگی۔

''گڈ نیوز بائبل''(GNB)اور 'ٹوڈیز انگلش ورشن'(TEV) دونوں نے یہ ترکیب حذف کر دی ہے، اور لفظ''بھائیوں''کو بدل کر''لوگوں''بنا دیا ہے:

(...), he will send you a prophet like me from among your own people, and you are to obey him.(۹)

وہ تمھارے پاس تمھارے اپنے لوگوں میں سے میری مانند ایک نبی بھیجے گا اور تمھیں اس کی اطاعت کرنا ہوگی۔

''دی نیو جیروسلیم بائبل''(NJB) نے اس کا حسبِ ذیل ترجمہ کیا ہے:

Yahweh your God will raise up a prophet like me; you will listen to

him.(۱۰)

تمھارا خداوند یہوہ میری مانند ایک نبی مبعوث کرے گا، تم اس کی بات سنو گے۔

اس طرح یہ بات ملاحظہ کی جاسکتی ہے کہ اس ترجمے میں بھی نہ صرف زیرِ مطالعہ ترکیب حذف کردی گئی ہے، بلکہ 'تیرے بھائیوں میں سے' والی ترکیب بھی ختم کردی گئی ہے۔ لیکن ''ان کے اپنے بھائیوں میں سے'' والی ترکیب، آیت ۱۸ میں برقرار رکھی گئی ہے۔

''دی ریوائزڈ برکلے ورشن'' (RBV) نے بھی آیت ۱۵ کے اپنے ترجمے میں سے ''تیرے درمیان سے'' کی ترکیب حذف کردی ہے۔ اس میں درج ہے:

He will raise up for you a prophet like me, one of your own brothers, and you shall listen to him.(۱۱)

وہ تمھارے لیے میرے مانند ایک نبی مبعوث کرے گا، جو تمھارے اپنے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اور تم اس کی بات سنو گے۔

دیگر متعدد تراجم کا بھی یہی معاملہ ہے (مثلاً 'کنٹیمپر یری انگلش ورشن' (CEV)، ۱۹۹۵، صفحہ ۲۱۹؛ 'دی ریڈرز ڈائجسٹ بائبل'، ۱۹۸۳، صفحہ ۹۷؛ 'دی نیو امیریکن ورشن (NAV)، صفحہ ۱۷۶ وغیرہ)۔ یہ امر ثابت کرنے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ بائبل کے متعدد علما خود بھی اپنی تالیفات میں اس ترکیب کو عبارت کے اصل حصے کے طور پر برقرار رکھنے کے حامی نظر نہیں آتے۔ اُن کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ ترکیب کتاب کے مُدوِّن کی طرف سے بعد میں کیا گیا اضافہ ہے۔

یہاں یہ امر بھی پیشِ نظر رہے کہ عبرانی بائبل میں یہ ترکیب اب بھی موجود ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اِسے بلا سوچے سمجھے یکسر مسترد بھی نہیں کر دینا چاہیے۔ اِس لیے اصل صورت حال کا کھوج لگانے کے لیے معروضی لغوی تحقیق ضروری ہے۔

یہاں 'درمیان سے' (Midst) کے جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، اس کے لیے عبرانی میں 'قریب' کا لفظ آیا ہے۔ اس فصل کے آغاز میں وضاحت کی جا چکی ہے کہ 'سٹرونگ کی ڈکشنری' کے مطابق اس کے معنی ہیں 'قریب'۔ 'عبرانی و آرامی لغت' (Lexicon) میں اس کی وضاحت مندرجہ ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

(...); the basic meaning of the Semitic root is to be near; approach; to bring near. (....). (Jean-H. Dictionnaire 265; Hoftijzer-Jongeling Dic. 1031, qrb IX: a relative rather than a cousin); (...); in Babylonian it also means a relative.(۱۲)

سامی، مادے کے بنیادی معنی ہیں 'قریب ہونا یا پہنچنا، قریب لانا' (...)، 'کزن' کے بجائے ایک رشتے دار؛ (...)، بابلی زبان میں بھی اس کے معنی ہیں 'ایک رشتہ دار'۔

اس طرح یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ 'Midst' اصل عبرانی لفظ کا موزوں ترجمہ نہیں ہے، بلکہ اس کا موزوں ترجمہ ہونا چاہیے 'رشتہ داروں میں سے۔ ظاہر ہے کہ یہ بنی اسماعیلؑ کے عربوں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ مندرجہ بالا تمام گفتگو سے اس بات کا غالب امکان نظر آتا ہے کہ 'تیرے ہی درمیان سے' کی ترکیب کسی شخص کی طرف سے بعد میں کیا گیا اضافہ ہے اور عبارت کا اصلی حصہ نہیں ہے۔ تاہم اگر یہ فرض کر بھی لیا جائے کہ یہ بائبل کا اصل جملہ ہے تو اس کا یہ مطلب بنتا ہے کہ یہ نبی تمھارے لیے اجنبی نہیں ہوگا بلکہ وہ تمھارے اپنے جد امجد حضرت ابراہیمس کی نسل سے تمھارا اپنا رشتہ دار ہوگا۔

۲۔ تیرے ہی بھائیوں میں سے

اس سلسلے میں بعض مسیحی علما یہ کہتے ہیں کہ 'بھائیوں' سے مراد صرف بنی اسرائیل کے لوگ ہیں اور غیر قبائل کے لوگ اس سے خارج ہیں۔ بظاہر یہ ایک مضبوط دلیل معلوم ہوتی ہے لیکن جب بائبل کا اور اس کے لغات کا تحقیقی مطالعہ کیا جائے تو اُن کی اس دلیل کی کمزوری واضح ہو جاتی ہے۔ اس لیے عبرانی لغات اور بائبل کی عبارات کے تحقیقی و تقابلی مطالعے کی ضرورت ہے۔

'تیرے ہی بھائیوں' کی ترکیب کے معنی کے تعین کے سلسلے میں ایک مثال تو کتابِ استثنا کے اسی اٹھارھویں باب کے آغاز ہی میں موجود ہے۔ چنانچہ دوسری آیت کے الفاظ ہیں:

Therefore shall they [i.e. 'The priests, the Levites'], have no inheritance among their brethren; the Lord is their inheritance.(۱۳)

اس لیے اُن کے بھائیوں (یعنی حضرت یعقوبؑ کے بیٹے لاوی کو چھوڑ کر اُن کے باقی بیٹوں کی اولادوں) کے ساتھ اُن کو (یعنی 'بنی لاوی کے کاہنوں کو'، جیسا کہ اس باب کی پہلی آیت ہی میں درج ہے) میراث نہ ملے۔ خداوند اُن کی میراث ہے۔(۱۴)

یہاں لفظ 'بھائیوں' کا صریح مطلب ہے 'ان کے جدِ اعلیٰ حضرت یعقوبس کی نسل سے دوسرے قبیلے، نہ کہ ان کے اپنے قبیلے سے تعلق رکھنے والے ان کے بھائی بند یعنی بنی لاوی، کیونکہ ان کے لیے کسی بھی میراث کی ممانعت کر دی گئی ہے'۔

چونکہ یہاں خطاب بنی لاوی سے ہے اس لیے اُن کے 'بھائیوں' سے مراد اُن کے اپنے قبیلے (بنی لاوی) کے افراد نہیں ہو سکتے، بلکہ نسلِ یعقوبس کے (بنی لاوی کے علاوہ) دوسرے قبائل کے بھائی بند (کزنز) ہی مراد ہو

سکتے ہیں۔ بائبل میں اس مضمون کی بعض دوسری مثالیں بھی موجود ہیں، مثلاً:

But the children of Benjamin would not hearken to the voice of their brethren, the children of Israel. (۱۵)

لیکن بنی بن یمین نے اپنے بھائیوں بنی اسرائیل کا کہا نہ مانا [یہاں بنی بن یمین کو اپنے کزنز یعنی بنی اسرائیل کے 'بھائیوں' کا نام دیا گیا ہے جو کہ دراصل اسرائیل کے بن یمین کے علاوہ دوسرے بیٹوں کی اولاد ہیں۔ اور اسرائیل کے یہ دوسرے بیٹے اپنے جدامجد بن یمین کے بھائی تھے] (۱۶)

بائبل کی کتاب گنتی میں بیان ہوا ہے:

They [the Levites] may minister with their brethren [the descendants of the brothers of Levi from his father Israel (Jacob pbAh)] in the tabernacle of meeting, to attend to needs, but they themselves shall do no work.(۱۷)

بلکہ (بنی لاوی) خیمۂ اجتماع میں اپنے بھائیوں [یہاں بھائیوں سے مراد بنی لاوی کو چھوڑ کر اسرائیل یعنی یعقوبؑ کے دوسرے بیٹوں کی اولاد ہے] کے ساتھ نگہبانی کے کام میں مشغول ہوں اور کوئی خدمت نہ کریں۔ (۱۸)

بائبل کی کتاب ا۔سلاطین میں درج ہے:

Ye [Rehoboam son of Solomon (pbAh) and the tribe of Judah and Benjamin] shall not go up, nor fight against your brethren the children of Israel.(۱۹)

تم [رحبعام بن سلیمانؑ اور بن یمین اور یہوداہ کے قبائل] چڑھائی نہ کرو، اور نہ اپنے بھائیوں بنی اسرائیل سے لڑو (صاف ظاہر ہے کہ یہاں لفظ 'بھائیوں' سے بن یمین اور یہوداہ کے قبائل کو چھوڑ کر بنی اسرائیل کے دوسرے قبائل مراد ہیں، جو اُن کے کزن بنتے ہیں۔ اِس طرح یہاں 'بھائیوں' سے اُن کے اپنے قبیلے کے لوگ مراد نہیں بلکہ اُن کے کزن قبیلے کے لوگ مراد ہیں)۔ (۲۰)

تاہم یہ بات ذہن نشین رہے کہ لفظ 'بھائیوں' ایک عمومی اصطلاح ہے اور اس کا اطلاق حقیقی بھائیوں، حقیقی یا چچازاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد بھائیوں، دور کے کزنوں یا کسی ایرے غیرے پر بھی ہو سکتا ہے۔ یہ اصل عبرانی لفظ 'اخ' کی ایک شکل ہے۔ 'سٹرونگ کی ڈکشنری' میں درج ہے:

A brother (used in the widest sense of literal relationship and metaphorical affinity or resemblance):- another, brother (-ly), kindred, like, other.(۲۱)

ایک بھائی (حقیقی رشتہ داری اور مجازی تعلق یا مشابہت کے وسیع ترین مفہوم میں مستعمل ہے)،
کوئی دوسرا، بھائی بند، رشتہ دار، مانند، غیر (دوسرا)۔

بائبل نے بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ اسرائیلیوں کو دی جانے والی لمبی چوڑی ہدایات کے سیاق وسباق میں اللہ تعالیٰ ادومیوں کے بارے میں، جو یعقوبؑ کے بڑے بھائی عیسو کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، حکم دیتا ہے:

Thou shalt not abhor an edomite; for he is thy brother(۲۲)

تو کسی ادومی سے نفرت نہ رکھنا کیونکہ وہ تیرا بھائی ہے (ظاہر ہے 'ادومی' بنی اسرائیل سے تعلق نہیں رکھتے بلکہ وہ تو اسرائیل (حضرت یعقوبؑ) کے بڑے بھائی عیسو کی اولاد ہیں۔ اِس کے باوجود یہاں اُنھیں بنی اسرائیل کا 'بھائی' کہا گیا ہے۔ اِس طرح یہاں بھی 'بھائی' سے مراد کزن قبیلے کے لوگ ہیں نہ کہ اپنے قبیلے کے لوگ)۔(۲۳)

بائبل میں لفظ 'بھائیوں' خاص بنی اسماعیلؑ کے لیے بھی آیا ہے۔ اس طرح ان کے لیے بنی اسرائیل کے 'بھائیوں' کا لقب استعمال ہوا ہے۔ ہمارے موضوع سے متعلق اس سے بہتر اور کیا مثال ہو سکتی ہے۔ بائبل کی کتاب پیدائش میں یہ بات ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

And the angel of the Lord said unto her [Hagar], I will multiply thy seed exceedingly, that it shall not be numbered for multitude. And the angel of the Lord said unto her, Behold, thou art with child, and shalt bear a son, and shalt call his name Ishmael; because the Lord hath heard thy affliction. And he will be a wild man; his hand will be against every man, and every man's hand against him; and he shall dwell in the presence of all his brethren [stress added](۲۴)

اور خداوند کے فرشتے نے اس (ہاجرہ) سے کہا کہ میں تیری اولاد کو بہت بڑھاؤں گا، یہاں تک کہ کثرت کے سبب سے اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔ اور خداوند کے فرشتے نے اس سے کہا کہ تو حاملہ ہے اور تیرے بیٹا ہو گا۔ اس کا نام اسماعیل (علیہ السلام) رکھنا، اس لیے کہ خداوند نے تیرا دکھ سن لیا۔ وہ گورخر کی طرح آزاد مرد ہو گا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کے ہاتھ اس کے خلاف ہوں گے اور وہ اپنے سب بھائیوں (۲۵) کے سامنے (۲۶) بسا رہے گا۔ (۲۷)

لفظ 'بھائیوں' بائبل میں ایک مرتبہ اور بھی اسی مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ سیاق وسباق کی رو سے یہاں

بھی صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سارہ اور قطورا سے پیدا ہونے والے بیٹے ہی مراد لیے جاسکتے ہیں، جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے سوتیلے بھائی تھے۔ دیکھیے مندرجہ ذیل عبارت میں یہی بات کہی گئی ہے:

> یہ اسماعیل (علیہ السلام) کے بیٹے ہیں اور ان ہی کے ناموں سے ان کی بستیاں اور چھاؤنیاں نامزد ہوئیں اور یہی بارہ اپنے اپنے قبیلے کے سردار ہوئے۔ اور اسماعیل (علیہ السلام) کی کل عمر ۱۳۷ برس کی ہوئی۔ تب اس نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا اور اس کی اولاد حویلہ سے شور تک جو مصر کے سامنے اس راستے پر ہے جس سے اسور کو جاتے ہیں آباد تھی۔ یہ لوگ اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسے ہوئے تھے۔ (۲۸)

اس عبارت میں بھی 'اپنے سب بھائیوں کے سامنے' سے مراد ہے: 'اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کے اُن کی بیوی سارہ سے پیدا ہونے والے اسحاق علیہ السلام اور قطورہ سے پیدا ہونے والے بیٹوں: زمران، یُقسان، مِدان، مدیان، اسباق اور سُوخ (پیدایش ۲:۲۵) کی بستیوں کے جنوب مشرق میں'۔ امرِ واقعہ بھی یہی ہے کہ بنو اسماعیلؑ اُن کے جنوب مشرق ہی میں آباد تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ بنو اسماعیلؑ کے 'بھائیوں' سے مراد اِن کے اپنے قبیلے کے لوگ نہیں، بلکہ حضرت ابراہیمؑ کی نسل سے اِن کے سوتیلے بھائیوں کی اولاد مراد ہے۔ اسی طرح اِس پیشین گوئی میں 'تیرے ہی بھائیوں سے' مراد بھی اسرائیلیوں کے جدِّ امجد حضرت اسحاق علیہ السلام کے سوتیلے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل ہی مراد ہے۔

مندرجہ بالا معروضات کی روشنی میں واضح طور پر یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ 'تیرے ہی بھائیوں میں سے' کی ترکیب اولادِ اسماعیلؑ ہی سے متعلق ہے۔ کتاب 'استثنا' کے اسی باب ۱۸ کی آیت ۲ میں یہ جو درج ہے کہ 'اس لیے ان [بنی لاوی] کے بھائیوں کے ساتھ ان کو میراث نہ ملے' تو اس میں لفظ 'بھائیوں' سے مراد بنی لاوی کو چھوڑ کر باقی یہودی قبائل ہی ہو سکتے ہیں، اور یہاں بنی لاوی بالکل واضح طور پر اس لفظ 'بھائیوں' میں شامل نہیں ہیں۔ اسی طرح مندرجہ بالا زیرِ بحث عبارت سے بنی اسرائیل خارج قرار پاتے ہیں۔ پس 'تیرے ہی بھائیوں میں سے' کی ترکیب سے صرف 'اولادِ اسماعیلؑ میں سے' ہی کوئی مراد ہو سکتا ہے، اور اس کے نتیجے کے طور پر لفظ 'ایک نبی' کا تعلق صرف اولادِ اسماعیلؑ ہی کے نبی سے ہو سکتا ہے۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

یہاں ایک دلچسپ نکتہ بھی قابلِ ملاحظہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بائبل میں تبدیلیوں، حذف و اضافہ اور الحاقات کا عمل بڑی آزادی سے کیا جاتا رہا ہے۔ بائبل کا کوئی معقول عالم اس حقیقت سے انکار نہیں کرتا۔ یہاں ایک مثال دی جا رہی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ حرکت نہ صرف ماضی میں کی جاتی رہی ہے، بلکہ آج بھی پوری

دیدہ دلیری سے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے جاری ہے۔ 'دی لونگ بائبل' (The Living Bible)، بائبل کا ایک نسبتاً جدید ترجمہ ہے۔ یہ 'جملہ حقوق محفوظ' کے ساتھ ۱۹۷۱ء میں Illinois سے شائع ہوا ہے۔ یہ ۱۹۷۲ء میں The Way' کے نام سے شائع ہوا تھا۔ بعدازاں اس کی سولھویں طباعت مارچ ۱۹۷۶ میں شائع ہوئی، جس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس کے سینتیس لاکھ ساٹھ ہزار نسخے چھپ چکے ہیں۔ موجودہ مضمون کے مصنف کے پاس اس کی سولھویں طباعت کا ایک نسخہ ہے۔ اس میں آیت ۱۵ کا ترجمہ یوں بیان کیا گیا ہے:

Instead he will raise up for you a Prophet like me , An Israeli (stress added), a man to whom you must listen and whom you must obey. (۲۹)

اس کے بجائے وہ تمھارے لیے میری مانند ایک نبی مبعوث فرمائے گا، جو ایک اسرائیلی ہوگا، وہ ایسا شخص ہوگا جس کی بات تمھیں ضرور سننا ہوگی اور جس کی اطاعت تمھیں ضرور کرنا ہوگی۔

۱۹۹۶ء میں مختلف فقہی اور مسلکی پس منظر رکھنے والے انجیل کے ۹۰ علما نے اس پر نظر ثانی کا کام پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ انھیں 'دی لونگ بائبل' (The Living Bible) پر نظر ثانی کا مشن ۱۹۸۹ء میں تفویض کیا گیا تھا۔ اُنھوں نے اس ترجمے پر اس طرح نظر ثانی فرمائی:

The LORD your God will raise up from you a Prophet like me from among your fellow Israelies [stress added] and you must listen to 'that Prophet. (۳۰)

خداوند تمہارا خدا تمہارے لیے تمہارے اسرائیلی ساتھیوں میں سے میری مانند ایک نبی مبعوث فرمائے گا۔ تم اس کی بات ضرور سننا۔

کوئی شخص اس کی کیا وضاحت کر سکتا ہے کہ 'ایک اسرائیلی' یا 'اسرائیلی ساتھیوں' کے الفاظ عبارت میں کہاں سے درآئے ہیں۔

'دی نیو انگلش بائبل' (بائبل کا یہ ترجمہ مسیحی دنیا کے قریباً تمام اہم کلیسیاؤں کی مشترکہ کمیٹی نے تیار کیا اور منظور کیا تھا) نے اپنے آیت ۱۵ کے ترجمے میں سے 'تمھارے بھائیوں میں سے' کی انتہائی اہم ترکیب حذف کر دی ہے۔ یہ اس طرح کی تبدیلیوں کی ایک مزید مثال ہے۔ اس میں لکھا ہے:

(...) will raise up a Prophet from among you like myself, and you shall listen to him. (۳۱)

تمھارے درمیان سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا اور تمھیں اس کی بات ضرور سننا ہوگی۔

بعض دوسرے تراجم نے بھی آیت ۱۵ کے ترجمے سے 'تمھارے بھائیوں' کی ترکیب حذف کر دی ہے۔

حیرت کی بات ہے کہ ایسے مترجمین نے 'تمھارے بھائیوں کے درمیان سے' کی ترکیب ایسی ادبی جادوگری کے ذریعے سے علمی دُنیا کی کھلی آنکھوں کے سامنے سے غائب کردی ہے کہ بلاشبہ ان مترجمین کی اس چابک دستی کی داد دی جانی چاہیے۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اگر اس موعود نبی نے اسرائیلیوں میں سے آنا ہوتا تو پیشین گوئی کی عبارت کچھ اس طرح ہونی چاہیے تھی:

> میں اُن کے لیے اُن کے اپنے درمیان ہی میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور وہ ایسی تمام باتیں انھیں بیان کردے گا جن کا میں اسے حکم دوں گا۔

ہر طرح کے ابہام، غلط فہمیوں اور پیچیدگیوں کا قلع قمع کرنے کے لیے یہ بہت ضروری تھا۔ جیسا کہ 'سٹرونگ کے لغات' کے حوالے سے پہلے وضاحت کی جاچکی ہے کہ بھائیوں کا لفظ ایک کثیر المعنی لفظ ہے اور اس سے یقیناً ابہام اور پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ بذاتِ خود ابہام اور پیچیدگی پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ کو تو بالکل دوٹوک اور بے لاگ انداز میں بات کو واضح کردینا چاہیے تھا، لیکن بائبل کے اصل الفاظ یہودی اور نصرانی علما کے اس دعوے سے کوئی مطابقت نہیں رکھتے کہ موعود نبی کو خود اسرائیلیوں میں سے ہونا چاہیے۔ بائبل کے اصل الفاظ تو یہ ہیں:

> میں اُن کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا۔ وہی وہ اُن سے کہے گا۔(۳۲)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ بغیر سوچے سمجھے اور بے دھیانی میں نہیں استعمال فرمائے ہیں۔ اس نے یہ الفاظ سوچ سمجھ کر اور فیصلہ کُن انداز میں کہے ہیں۔ یہ الفاظ یہود و نصاریٰ کے اس دعوے کا ہر امکان مسترد کردیتے ہیں کہ 'موعود نبی بنی اسرائیل ہی کے درمیان سے ہوگا'۔

'ان کے بھائیوں کے درمیان سے' کے سلسلے میں ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے۔ سابقہ انبیا کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو متنبہ کیا ہے:

> اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم [اس 'قوم' کا بطور واحد استعمال قابل توجہ ہے۔ واضح رہے یہاں صیغہ جمع 'اقوام' استعمال نہیں ہوا۔ KJV, RSV, NWT, NIV, GNB اور NJB میں بھی a nation/ a people بصیغہ واحد ہی استعمال ہوا ہے] کو جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔(۳۳)

اس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ خدا کی بادشاہی یا نبوت اب اولادِ اسرائیل سے لی جانے والی ہے اور

ان کے بھائیوں (اولادِ اسماعیلؑ) کی طرف منتقل کی جانے والی ہے۔ اس آیت کا سیاق وسباق بالکل واضح کر دیتا ہے کہ اس کا تعلق اسرائیلیوں کے بھائیوں کے علاوہ اور کسی سے نہیں۔ اسی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بات ایک اور جگہ بھی واضح فرمائی ہے:

ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا اور برج بنایا اور اسے باغبانوں کو ٹھیکے پر دے کر پردیس چلا گیا۔ اور جب پھل کا موسم قریب آیا تو اس نے اپنے نوکروں کو باغبانوں کے پاس اپنا پھل لینے کو بھیجا۔ اور باغبانوں نے اس کے نوکروں کو پکڑ کر کسی کو پیٹا اور کسی کو قتل کیا اور کسی کو سنگسار کیا[یہودی اپنے انبیاے کرام سے یہی سلوک روا رکھتے رہے]۔ پھر اس نے اور نوکروں کو بھیجا جو پہلوں سے زیادہ تھے اور اُنھوں نے ان کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ آخر اُس نے اپنے بیٹے (۳۴) کو ان کے پاس یہ کہہ کر بھیجا کہ وہ میرے بیٹے کا تو لحاظ کریں گے۔ جب باغبانوں نے بیٹے کو دیکھا تو آپس میں کہا یہی وارث ہے۔ آؤ اسے قتل کر کے اس کی میراث پر قبضہ کر لیں۔ اور اسے پکڑ کر تاکستان سے باہر نکالا اور قتل کر دیا۔(۳۵) پس جب تاکستان کا مالک آئے گا تو ان باغبانوں کے ساتھ کیا کرے گا؟(۳۶)

اس سوال کا جواب اتنا سادہ اور فطری ہے کہ 'وہ' (سامعین)، کسی بھی ایسے دوسرے شخص کی طرح، جو اِسے سُنے گا، بے ساختہ پکار اُٹھیں گے:

(...) اُن بدکاروں (۳۷) کو بُری طرح ہلاک کرے گا اور باغ کا ٹھیکہ دوسرے (۳۸) باغبانوں (۳۹) کو دے گا جو موسم پر اُس کو پھل دیں۔ یسوع نے اُن سے کہا! کیا تم نے کتابِ مقدس میں کبھی نہیں پڑھا کہ جس پتھر کو معماروں نے رد کیا، (۴۰) وہی کونے کے سرے کا پتھر ہو گیا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا، اور ہماری نظر میں عجیب ہے۔ (۴۱) اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اُس قوم کو جو اُس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔ (۴۲)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے الفاظ اِتنے واضح اور غیر مبہم ہیں کہ ان کی کسی تشریح کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر کسی نے پہلے سے کسی متعین تشریح کی حمایت کا فیصلہ کیا ہوا ہو، تو اس سلسلے میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔

۳۔ ایک نبی(A Prophet)

پیشین گوئی کے بالکل درست اطلاق کے تعین کے لیے 'ایک نبی' ایک اور اہم نکتہ ہے، جس کا پوری توجہ سے تجزیہ ضروری ہے۔ حضرت موسیٰ ں یہ نہیں فرما رہے کہ اللہ تعالیٰ 'انبیا' مبعوث فرمائے گا، بلکہ وہ لفظ 'ایک نبی' فرما رہے ہیں، یعنی آئندہ آنے والا شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا 'ایک اور صرف ایک نبی' ہوگا۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ سلسلۂ اسرائیل (یہود) میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد متعدد انبیا آچکے ہیں۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ موعود نبی صرف 'ایک نبی' ہونا چاہیے، جو صرف ایک اور یکتا ہو۔ جس کے متعلق یہ بھی ضروری ہے کہ وہ 'اُن کے بھائیوں میں سے' ہو اور یہ بھی ضروری ہے کہ وہ 'موسیٰ علیہ السلام کی مانند' ہو۔ اب یہ بات بالکل واضح ہے کہ یہود کے بھائیوں میں سے 'ایک اور صرف ایک' کی شرط صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ ہی پر پوری اترتی ہے، جو بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیلؑ میں سے ہیں۔ جہاں تک اسرائیلی انبیا کا تعلق ہے، اُن میں سے کسی ایک کے بارے میں 'ایک ہونے' اور 'صرف ایک ہی ہونے' کے وصف کا دعویٰ کسی طرح بھی نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ اولادِ اسحٰقؑ و یعقوبؑ (اسرائیل) میں سے درجنوں انبیاؑ مبعوث ہو چکے ہیں۔ 'ایک نبی' ہونے کا تقاضا ہے کہ وہ موسیٰؑ کے بعد آنے والے دوسرے تمام انبیاؑ سے ممتاز ہو۔ جو سب کے سب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل کی اس شاخ سے تعلق رکھتے ہیں، جو اسرائیل یعنی یعقوب بن اسحاق علیہ السلام سے منسوب ہے۔ یہ تو صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو نسلِ ابراہیمؑ سے بھی تعلق رکھتے ہیں، آپ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد ہیں، مبعوث بھی بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہوئے ہیں اور جو پوری نسلِ اسمٰعیلؑ میں صرف 'ایک نبی' ہونے کا اعزاز بھی رکھتے ہیں۔

۴۔ موسیٰ علیہ السلام کی مانند(Like unto Moses)

اس کا مطلب یہ ہے کہ موعود نبی میں کوئی ایسا بے مثال اور خصوصی انبیائی وصف حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مشترک ہوگا، جس کا مستقبل میں آنے والا کوئی اور نبی دعویٰ نہ کر سکے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک ایسی نمایاں اور یکتا و بے مثال خصوصیت ہے، جس کی اپنے اندر موجودگی کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا اولادِ اسرائیل کا کوئی دوسرا نبی دعویٰ نہیں کر سکتا اور جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والا کوئی اسرائیلی نبی 'اُن کی مانند' نہیں ہو سکتا۔ وہ وصف کیا ہے؟ حضرت موسیٰ ں ہی تھے، جو لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا قانون لے کر آئے تھے۔ ان کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ پوری انسانی تاریخ میں اولادِ ابراہیمؑ میں سے کوئی ایسا نبی مبعوث نہیں ہوا، جو یہ دعویٰ کر سکے کہ وہ لوگوں کے لیے اصلی اور مکمل خدائی شریعت (۴۳) لے کر آیا ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئی ہو۔ نہ تو کبھی کسی نے اس کا دعویٰ ہی کیا اور نہ یہ بات کسی پر صادق آتی ہے۔ تاریخ میں ایسے کسی مدعی یا اُمیدوار

کا وجود ہی نہیں جو اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک آتشیں شریعت کے ساتھ مبعوث ہونے کا دعویدار ہو اور جسے بنی اسمٰعیلؑ، جو بنی اسرائیل کے حقیقی طور پر بھائی ہیں، میں سے اس واحد و یکتا نبی کے حریف کے طور پر پیش کیا جا سکے۔ غیر جانب دار اور غیر متعصب عالم اس کی تردید نہیں کر سکتا۔ اس مضمون کی توضیح کے لیے ذیل میں ایک اقتباس درج ہے:

> The Scriptural record of Moses [pbAh] is clear and precise, and he is the dominant character of the books from Exodus to Deuteronomy. (...). He (...) received the education and upbringing of an Egyptian prince. He (...) received from God the Decalogue or Ten Commandments. (...), and that he certainly performed a work which still affects the life and thought of the world. He stands right at the beginning of monotheism-(...), but he is the one who persuaded the Hebrews that there is but one God, and so made it possible for them to produce, and then to reject the Son of God. He is one of the shapers of world thought; he is a religious pioneer. (...). His leadership, and the conquest, are historic. It is worth noting that when the prophets railed against the twists and turns that religion had taken, their accusation was that the nation had fallen away from something old, simple and pure-namely, the faith that had been taught them by Moses [pbAh]. As a statesman and Lawgiver Moses [pbAh] is the creator of the Jewish people. He found a loose conglomeration of Semitic people, none of whom had ever been anything but a slave, and whose ideas of religion were a complete confusion. He held them out and he hammered them into a nation, with a law and a national pride, and a compelling sense of being chosen by a particular God who was supreme. The only man of history who can be compared even remotely to him is Mahomet [stress added]. The Scripture account tends to elaborate for the sake of impression, but behind all the elaborations stands a man of tremendous worth and achievement, whose mark upon the life of the world is as important as it is incalculable.(۴۴)

تورات میں حضرت موسیٰؑ کا ریکارڈ واضح اور جامع ہے۔ کتابِ خروج سے کتابِ استثنا تک ان

کا کردار اور ان کی شخصیت مرکزی اہمیت رکھتی ہے (...)۔ ان کی (...) تعلیم و تربیت ایک مصری شہزادے کے طور پر ہوئی۔ ان پر (...) اللہ تعالیٰ کی طرف سے احکامِ عشرہ یعنی دس احکام نازل فرمائے گئے، (...) اور یہ کہ انھوں نے یقیناً ایک ایسا کارنامہ سرانجام دیا جو آج تک دُنیا کے افکار وحیات کو متاثر کر رہا ہے۔ وہ عقیدۂ توحید کے بالکل ابتدائی مقام پر فائز ہیں۔ (...) لیکن یہ حضرت موسیٰؑ ہی ہیں جنھوں نے اسرائیلیوں (عبرانیوں) کو اس بات پر قائل کیا کہ خدا صرف ایک ہے۔ اسی وجہ سے ان (اسرائیلیوں) کے لیے ممکن ہوا کہ وہ پہلے تو ابن اللہ کے تصور کو جنم دیں اور پھر جب وہ آئے تو اسے رد بھی کر دیں۔ وہ عالمی فکر کو تشکیل دینے والوں میں سے ایک ہیں؛ ایک مذہبی نقیب ہیں۔ (...)۔ ان کی قیادت اور فتح تاریخی ہیں۔ یہ بات انتہائی قابلِ غور ہے کہ جب بھی انبیا نے دین میں رونما ہونے والی تبدیلیوں اور بدعات کے خلاف ملامتی لہجہ اختیار کیا تو انھوں نے الزام یہ لگایا کہ قوم ایک قدیم، سادہ اور خالص شے یعنی اس دین سے جس کی حضرت موسیٰؑ نے تعلیم دی تھی، دور جا پڑی ہے۔ ایک سیاست دان اور شارع کی حیثیت سے حضرت موسیٰؑ یہودی قوم کے بانی ہیں۔ آپؑ کو سامی النسل لوگوں کی ایک ڈھیلی ڈھالی مخلوط سی ایک بھیڑ ملی تھی، جس کا کوئی فرد بھی ایک غلام کے علاوہ اور کوئی حیثیت نہ رکھتا تھا اور جس کے مذہبی نظریات ابہام اور منتشر خیالی کی ایک مکمل تصویر تھے۔ اس نے لوگوں کی اس غیر منضبط بھیڑ کو ان تمام چیزوں سے نجات دلائی اور اسے ایک باضابطہ قوم کی شکل میں ڈھال دیا۔ اس قوم کے پاس اب ایک قانون تھا۔ ایک قومی سرمایۂ افتخار تھا اور ایک خاص بلند و برتر خداوند کے منتخب ہونے کا ایک قوی احساس تھا۔ صرف محمد (رسول اللہ ﷺ) ہی تاریخِ انسانی کے وہ واحد فرد ہیں جن کا ان (حضرت موسیٰ علیہ السلام) کے ساتھ کوئی دُور پار کا بھی موازنہ کیا جا سکے۔[۴۵] بیان میں تاثیر پیدا کرنے کی غرض سے تورات کا رجحان یہ ہے کہ واقعے کو تفصیل سے بیان کیا جائے۔ اس تمام تر تفصیل کے تناظر میں ایک ایسا شخص فروکش نظر آتا ہے جس کی قابلیت اور کامرانیاں عظیم ہیں اور جس کی حیاتِ عالم پر چھاپ اتنی ہی اہم ہے جتنی کہ بے حد وحساب ہے۔

۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی بھی لحاظ سے ''حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی'' نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی پیدائش سے لے کر اپنی موت تک اکثر نمایاں پہلوؤں کے لحاظ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہونے کے بجائے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مختلف ہیں۔ اس کے برعکس محمد رسول اللہ ﷺ

اکثر و بیشتر نمایاں پہلوؤں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ کچھ اوصاف تو ایسے ہیں جو اکثر انبیا بشمول حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ میں مشترکہ طور پر موجود ہیں، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سلسلے میں استثنائی حیثیت رکھتے ہیں۔ پہلی نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، محمد رسول اللہ ﷺ اور قریباً تمام دوسرے انبیا عام انسانوں کی طرح فطری طریقے سے ماں اور باپ کے توسط سے پیدا ہوئے جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عام معمول کے خلاف بن باپ کے ایک کنواری ماں یعنی حضرت مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ دوسری نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، محمد رسول اللہ ﷺ اور دوسرے قریباً تمام نبی عام انسانوں کی طرح فوت ہوئے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات خود مسیحیوں کے نزدیک کچھ مختلف نوعیت کی تھی۔ تیسری نمایاں بات یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبوت کوہِ سینائی پر عطا ہوئی تھی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو کوہِ حرا (جسے آج کل جبلِ نور کہا جاتا ہے) کی ایک غار میں نبوت کے لیے مبعوث فرمایا گیا۔ دونوں کو شہری زندگی سے باہر کسی پہاڑ پر نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ جو کچھ بھی ہو اس سے مختلف ہے۔

دوسری طرف نبوت کا ایک نمایاں پہلو ایسا ہے جو حضرت موسیٰ ں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے اور جس میں نسلِ ابراہیمؑ کا کوئی اور نبی بشمول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان دونوں کا شریک نہیں، اور وہ خصوصیت یہ ہے کہ 'شریعت' صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائی گئی۔

معاملے کی جتنی بھی چھان بین کی جائے یہ بات اُجاگر ہوتی جائے گی کہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند' ہونے کی خصوصیت صرف اور صرف محمد رسول اللہ ﷺ ہی میں پائی جاتی ہے، جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اس کا اطلاق کسی طرح ممکن نہیں۔ اس سلسلے میں کئی اور پہلوؤں سے بھی بات ہو سکتی ہے، لیکن موجودہ تحریر کی مختصر اور محدود نوعیت کے پیشِ نظر ان سے تعرض نہیں کیا جا رہا۔

۶۔ یہود کا دعویٰ کہ 'حضرت یوشعؑ وہ موعود نبی ہیں'

یہاں ایک اور نکتے پر بھی مختصر گفتگو ضروری ہے۔ بعض یہود کا دعویٰ ہے کہ اس پیشین گوئی کا اطلاق حضرت یوشعؑ (۴۶) بن نون پر ہوتا ہے اور یہ ان کی ذات میں پوری ہوئی ہے، لیکن پیشین گوئی کے الفاظ اور اس کا سیاق و سباق اس کی تائید نہیں کرتے۔ حضرت یوشعؑ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہم عصر اور آپؑ سے چھوٹے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انھیں اللہ تعالیٰ کے حکم سے بذاتِ خود اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ وہ بذاتِ خود ایک مستقل بالذات نبی نہ تھے، بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شاگرد، خادمِ خاص اور جانشین تھے۔ ان پر کوئی شریعت نازل نہیں کی گئی تھی۔ اس طرح وہ کسی بھی لحاظ سے 'مثیلِ موسیٰ علیہ السلام' نہ تھے۔ پیشین گوئی کے الفاظ 'خداوند تیرا خدا، تیرے لیے،

تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں میں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا' واضح طور پر اس بات کی دلالت کر رہے ہیں کہ ان کا تعلق کسی مستقبل کے واقعے سے ہے، جبکہ جس وقت یہ پیشین گوئی کی گئی تھی اس وقت حضرت یوشعؑ عملاً وہاں موجود تھے۔ ملاکی (Malachi) کی کتاب بائبل کے 'عہد نامۂ قدیم' کے 'انبیاءِ صغیرہ' کے سلسلے کی آخری کتاب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی یہ پیشین گوئی مندرجہ ذیل الفاظ میں درج ہے (جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'عہد کا نبی' ان کے عہد تک ابھی آنا باقی تھا۔ اس طرح حضرت یوشعؑ وہ 'ایک نبی' نہیں ہو سکتے تھے):

> دیکھو میں اپنے رسول کو بھیجوں گا اور وہ میرے آگے راہ درست کرے گا۔ اور خداوند جس کے تم طالب ہو، ناگہاں اپنی ہیکل (۴۷) میں آموجود (۴۸) ہو گا۔ ہاں عہد کا رسول، جس کے تم آرزومند ہو، آئے گا۔ رب الافواج فرماتا ہے۔ (۴۹)

جہاں تک ملاکی (Malachi) کی کتاب کی تاریخِ تدوین کا تعلق ہے، میکنزی لکھتا ہے:

> The book is dated by the critics after the rebuilding of the temple in 516 BC, during the Persian period and before the reforms of Nehemiah and Ezra. i.e. berfore 432 BC.(۵۰)

> نقادوں نے اس کتاب کی تدوین کی تاریخ ہیکل کی ۵۱۶ قبل مسیح میں تعمیر ثانی کے بعد فارسیوں کے عہد کے دوران میں اور نحیمیاہ اور عذرا کی اصلاحات سے پہلے، یعنی ۴۳۲ ق م سے پہلے، بتائی ہے۔

اس کتاب (ملاکی) میں ''عہد کے رسول'' کے متعلق پیشین گوئی کے اندراج سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۴۳۲ ق م تک بھی اسرائیلی اس نبی کا انتظار کر رہے تھے اور اس کا آنا ابھی باقی تھا۔ مزید برآں بائبل کی ''کتاب استثنا'' کے اختتامیہ میں درج ہے:

> اور اس وقت سے اب تک اسرائیل میں کوئی نبی 'موسیٰؑ' کی مانند' جس سے خداوند نے رُوبرو باتیں کیں، نہیں اُٹھا۔ (۵۱)

غالب امکان یہ ہے کہ یہ اختتامیہ حضرت عزیر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ ں سے آٹھ، نو سو سال بعد لکھا ہو گا۔ اس طرح یہ پیشین گوئی حضرت موسیٰ ں کے آٹھ، نو سو سال بعد تک پوری نہ ہوئی تھی۔ کسی شخص نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ 'عہد کا رسول' ہے اور نہ حضرت موسیٰ ں کے بعد کوئی شخص اس کی شرائط پر پورا اُترا۔ بائبل کا قریباً ہر عالم سمجھتا ہے کہ یہ پیشین گوئی تو حضرت عیسیٰ ں کے عہد کے بعد بھی پوری ہوئے بغیر ہی رہی۔ 'بائبل نالج کمنٹری' میں لکھا ہے:

> During the first century A.D. The official leaders of Judaism were still looking for the fulfillment of Moses' [pbAh] prediction (cf.

John 1:21)(۵۲)

پہلی صدی عیسوی کے دوران میں، یہودیت کے سرکاری زعما ابھی تک حضرت موسیٰؑ کی پیشین گوئی کی تکمیل کے منتظر تھے (انجیل یوحنا ۱:۲۱)۔

اس بات کی تصدیق، کہ یہ پیشین گوئی حضرت عیسیٰ ؑ کے دور تک میں بھی پوری نہ ہوئی تھی اور یہودی ابھی تک اس پیغمبر کی آمد کے منتظر تھے، 'یوحنا' کی 'انجیل' کی مندرجہ ذیل عبارت سے ہوتی ہے:

اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یوروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟۔ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا (....) کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟ (۵۳)

اوپر کے مندرجات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ 'موسیٰ ؑ کی مانند رسول' حضرت عیسیٰ ؑ کے دَور تک مبعوث نہ ہوئے تھے۔

۷۔ مسیحیوں کا دعویٰ: ''حضرت عیسیٰ ؑ'' وہ عہد کے نبی ہیں''

اب مسیحی علما کا صرف یہ دعویٰ توضیح طلب رہ گیا کہ یہ پیشین گوئی حضرت یسوع مسیح ؑ کی ذات میں پوری ہوگئی تھی۔ عہد نامۂ جدید کی محفوظ طریقے سے جمع و تدوین اور منتقلی کے سوال کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو بھی یہ ایک حقیقت ہے کہ پورے 'عہد نامۂ جدید' میں حضرت مسیح ؑ نے نہ تو کہیں 'حضرت موسیٰ ؑ کی مانند ایک موعود نبی' ہونے کا دعویٰ ہی کیا ہے اور نہ اپنے آپ کو اس حیثیت سے پیش ہی کیا ہے: جیسا کہ بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰ ؑ) اور یہودی نمائندگان کے درمیان ہونے والے مندرجہ بالا مکالمے سے دیکھا جا سکتا ہے۔

یہودی اس وقت تین اشخاص کے منتظر تھے:

(۱) ایلیاہ (۲) مسیح (۳) 'وہ نبی'

ایلیاہ تو خود بپتسمہ دینے والے یوحنا ہی تھے، جیسا کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے واضح کر دیا۔ مسیح ؑ تمام عیسائیوں کے مطابق خود حضرت عیسیٰ ؑ ہی تھے۔ اب صرف تیسری شخصیت باقی رہ جاتی ہے، یعنی 'وہ حضرت موسیٰ ؑ کی مانند والا عہد کا رسول'۔ فطری طور پر حضرت عیسیٰ ؑ یہ تیسری شخصیت ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ وہ تو پہلے ہی دوسری شخصیت یعنی مسیح ؑ ہونے کی حیثیت اختیار کر چکے تھے۔ یہود جن تین شخصیتوں کا انتظار کر رہے تھے وہ تین الگ الگ شخصیات تھیں، جن میں سے دو کا تعین پہلے ہی بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰ ؑ) اور حضرت عیسیٰ ؑ کی شخصیات میں ہو چکا تھا۔ اب صریحاً صرف تیسری شخصیت کے تعین کا معاملہ باقی رہ جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنی ذات میں مسیح اور ''وہ نبی'' دونوں کی اجتماعی

حیثیت اختیار کر لی ہے، تو اسے اپنے دعوے کی تائید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی دوٹوک اور غیر مبہم اعلان پیش کرنا چاہیے، جو رُوئے زمین کا کوئی بھی شخص کبھی پیش نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے برعکس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تو اس وقت بھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ موعود و منتظر نبی' ہونے کا اعلان نہ کیا جب انھیں اپنی پوزیشن واضح کرنے کو کہا گیا۔ بائبل کا بیان ہے:

اور یوحنا نے قید خانے میں مسیح کے کاموں کا حال سن کر اپنے شاگردوں کی معرفت اس سے پچھوا بھیجا۔ کہ آنے والا تو ہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھیں؟۔ یسوع نے جواب میں ان سے کہا کہ جو کچھ تم سنتے اور دیکھتے ہو جا کر یوحنا سے بیان کر دو۔ کہ اندھے دیکھتے اور لنگڑے چلتے پھرتے ہیں۔ کوڑھی پاک صاف کیے جاتے ہیں اور بہرے سنتے ہیں اور مردے زندہ کیے جاتے ہیں اور غریبوں کو خوش خبری سنائی جاتی ہے۔ اور مبارک وہ ہے جو میرے سبب سے ٹھوکر نہ کھائے۔ (۵۴)

یہ بات بالکل واضح تو نہیں کہ بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی اس سوال سے کہ 'کیا تو وہ ہے جس نے آنا ہے یا ہم کسی اور دوسرے کا انتظار کریں؟' کیا مراد ہے۔ 'وہ جسے آنا ہے' سے دونوں مراد ہو سکتے ہیں:

(۱) مسیح علیہ السلام یا (۲) موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی، کیونکہ دونوں کا انتظار کیا جا رہا تھا۔ یہ بات واضح نہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اشارہ کس کی طرف تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مبہم سوال کا جواب غیر مبہم انداز میں دینا چاہیے تھا اور اپنی پوزیشن حتمی طور پر واضح کر دینی چاہیے تھی۔ اس کے بجائے روایت یہ ہے کہ انھوں نے ایک عجیب اور غیر واضح اسلوب اختیار کیا۔ وہ ایک ذو معنیین جواب دیتے ہیں۔ اس سے پہلے انھوں نے کہیں بھی اس بات کا دعویٰ نہیں کیا تھا کہ وہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہیں۔ البتہ مسیح کے نام سے انھیں ان کے تمام پیروکار اور شاگرد پکارتے تھے، جیسا کہ 'عہد نامۂ جدید' میں متعدد مرتبہ مذکور ہے۔ انھیں کھول کر یہ بات کہنی چاہیے تھی کہ:

نہ تو میں نے کبھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور نہ یہ بات ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں وہ موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ پھر تم مجھے 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' کیسے قرار دے سکتے ہو؟ جہاں تک میرے 'مسیح' ہونے کا تعلق ہے، تو یہ بات ہر کوئی جانتا ہے اور میرے کام بھی میری اس حیثیت کی تصدیق و تائید کرتے ہیں۔

'کتابِ اعمال' میں ایک اور واضح اور دوٹوک عبارت بھی ہے، جس میں پطرس وضاحت کرتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی مانند 'وہ نبی' نہیں ہیں۔ انھیں تو ہنوز آنا ہے۔

پطرس کہتا ہے:

پس توبہ کرو اور رجوع لاؤ تا کہ تمھارے گناہ مٹا دیے جائیں اور اس طرح خداوند کے حضور سے تازگی کے دن آئیں۔ اور وہ اس مسیح کو جو تمھارے واسطے مقرر ہوا ہے یعنی یسوع کو بھیجے۔ ضرور ہے کہ وہ آسمان میں اس وقت تک رہے جب تک کہ وہ سب چیزیں بحال نہ کی جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے جو دنیا کے شروع سے ہوتے آئے ہیں۔ چنانچہ موسیٰ نے کہا کہ خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا۔ اور یوں ہوگا کہ جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ امت میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ بلکہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا اُن سب نے ان دنوں کی خبر دی ہے۔ (۵۵)

اس عبارت کے اہم نکات مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیے جا سکتے ہیں:

۱۔ پطرس لوگوں کو نصیحت کرتا ہے کہ 'انھیں توبہ کرنی چاہیے اور خداوند تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا چاہیے تا کہ ان کے گناہ دھو دیے جائیں اور تا کہ خداوند تعالیٰ ان کو اپنے حضور سے سہولت و تازگی کے دن عطا فرمائے'۔

۲۔ 'سہولت و تازگی کے دن' سے پطرس کی مراد ہے 'جب خداوند تعالیٰ وہ مسیح بھیجے گا جو پہلے سے مقرر ہے' یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ (۵۶)

۳۔ جب تک وہ سب چیزیں بحال نہ ہو جائیں جن کا ذکر خدا نے اپنے پاک نبیوں کی زبانی کیا ہے، اس وقت تک مسیح کا آسمان میں رہنا ضروری ہے۔

۴۔ 'سب چیزوں کی بحالی' کا مثال کے طور پر ایک مظہر یہ ہے کہ "خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا (حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند) ایک نبی پیدا کرے گا"۔

۵۔ لوگوں کو وہ سب کچھ سننا چاہیے جو وہ نبی اُن سے کہے، کیونکہ 'جو شخص اس نبی کی نہ سنے گا وہ لوگوں میں سے نیست و نابود کر دیا جائے گا' (بالکل اسی طرح جیسے ان لوگوں کو، جنھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول نہ کی تھی، نیست و نابود کر دینے کا قرآن کریم کی سُورۂ توبہ میں حکم دیا گیا تھا)۔

۶۔ حقیقت یہ ہے کہ سموئیل سے لے کر پچھلوں تک جتنے نبیوں نے کلام کیا انھوں نے 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی' کے آنے کی پیشین گوئی کی۔

صورت حال جو کچھ بھی ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حینِ حیات اُس 'عہد کے رسول' کی آمد ہنوز باقی تھی۔ یہ صرف

محمد رسول اللہ ﷺ ہی ہیں جو 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند اُس نبی' کی تمام شرائط پر پورا اُترتے ہیں۔ یہ آپ ہی ہیں جو اسرائیل کے بھائیوں میں سے مبعوث ہونے والے 'واحد نبی' ہیں اور جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث ہوئے ہیں اور جنھیں خداوند تعالیٰ نے خود بھی 'موسیٰ ں کی مانند' قرار دیا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہے:

إِنَّآ أَرْسَلْنَآ إِلَيْكُمْ رَسُولاً شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ أَرْسَلْنَآ إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولاً، فَعَصَى فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَهُ أَخْذًا وَبِيلًا فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْماً يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيباً السَّمَآءُ مُنفَطِرٌ بِهِ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولاً إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ فَمَن شَآءَ اتَّخَذَ إِلَى رَبِّهِ سَبِيلاً ۔ (۵۷)

ہم نے تم لوگوں کے پاس اُسی طرح ایک رسول تم پر گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے اُس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اُس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔ اگر تم (بھی) ماننے سے انکار کرو گے تو اُس دن کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا اور جس (دن) کی سختی سے آسمان پھٹا جا رہا ہو گا؟ اللہ کا وعدہ تو پورا ہو کر ہی رہنا ہے۔ یہ ایک نصیحت ہے، اب جس کا جی چاہے اپنے رب کی طرف جانے کا راستہ اختیار کر لے۔

مندرجہ بالا گفتگو سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ 'موسیٰ کی مانند ایک نبی' بپتسمہ دینے والے یوحنا کے زمانے تک مبعوث نہیں ہوا تھا۔ یہودی علما اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا بپتسمہ دینے والے یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) سے یہ استفسار کہ کیا وہی 'وہ نبی' ہے، اُن کے اس انتظار کا ثبوت ہے۔ بپتسمہ دینے والے یوحنا نے صاف طور پر واضح کر دیا تھا کہ وہ 'وہ نبی' نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام 'کرائسٹ' یعنی 'مسیح' تھے اور اُنھوں نے اس بات کا کبھی کوئی دعویٰ یا اعلان نہیں کیا تھا کہ وہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیائے یہود و نصاریٰ میں آج تک 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' برپا نہیں ہوا۔ ضروری تھا کہ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد کسی معقول مدت میں مبعوث ہو گیا ہوتا۔ زمینی حقائق یہ ہیں کہ:

۱۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ آج تک کسی شخص نے 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

۲۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی شخص 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کی لازمی خصوصیات و شرائط پر پورا نہیں اترتا۔

۳۔ محمد رسول اللہ ﷺ 'اس نبی' کے طور پر مبعوث ہو چکے ہیں اور انھوں نے عملاً بھی 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی' ہونے کا دعویٰ کیا ہے، جیسا کہ اُوپر واضح کیا جا چکا ہے۔

۴۔ محمد رسول اللہ ﷺ 'حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند وہ نبی' ہونے کی تمام ضروری شرائط اور خصوصیات پر پورے

اُترتے ہیں۔

اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا دعویٰ تسلیم نہ کیا جائے تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ بائبل کا یہ بیان سچا نہیں ہے (کیونکہ اگر حضرت موسیٰ ں کی یہ پیشین گوئی تین ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ میں پوری نہ ہو سکی تو آخر کب پوری ہو پائے گی)۔ اب یہ قاری کا کام ہے کہ وہ احتیاط اور انصاف سے فیصلہ کرے، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے اس بارے میں اس پیشین گوئی کے فوراً بعد مندرجہ ذیل الفاظ میں تنبیہ فرما دی ہے:

> اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں ان کا حساب اس سے لوں گا۔ حاسبوا، قبل ان تحاسبوا (حساب لیے جانے سے پہلے خود ہی اپنا محاسبہ کر لو)۔

حوالہ جات وحواشی

(۱) یہ لفظ ’حساب لوں گا‘ کچھ مبہم سا محسوس ہوتا ہے۔ اصل عبرانی عبارت میں اس کے لیے ’درش‘ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ’سٹرونگ کی بائبل کے عبرانی الفاظ کی ڈکشنری‘ میں (اندراج ۱۸۷۵، صفحہ ۳۱ پر) اس کے معانی دیے گئے ہیں: ’دریافت کرنا، سوال کرنا‘۔ L.Kochler اور W. Baumgartner کی 'The Heb. & Aramaic Lexicon' (لیڈن، برل :۲۰۰۱ء) میں صفحہ ۳۳۲ پر اس کے معانی ہیں: 'to enquire about , to investigate, to require account, to avenge upon, etc.' (کے متعلق دریافت کرنا، تفتیش کرنا، حساب طلب کرنا، انتقام لینا، وغیرہ)۔ بائبل کے بعض تراجم نے اس لفظ کی مناسب توضیح کر کے ابہام دور کرنے کی کوشش کی ہے: NIV نے اس ترکیب کا ترجمہ کیا ہے: 'I myself will call him to account' یعنی ’میں خود اس کا حساب لوں گا‘۔ GNB نے اس کا مطلب بیان کیا ہے: 'and I will punish anyone who refuses to obey him' یعنی ’اور میں ہر اُس شخص کو سزا دوں گا جو اُس کی اطاعت سے انکار کرے گا‘۔ ’دی نیو اوکسفرڈ اینوٹیٹڈ بائبل‘ (NOAB) ایڈیشن سوم نے اس کی تاویل کی ہے: 'I myself will hold accountable' یعنی ’میں خود ان سے جواب طلبی کروں گا‘۔ ناکس (Knox) نے اپنے تفسیری ترجمے کے صفحہ ۱۶۴ پر اس کا مطلب بیان کیا ہے: 'shall feel my vengeance' یعنی ’میرا انتقام محسوس کرے گا‘۔ ’دی نیو لِونگ ٹرانسلیشن‘ (صفحہ ۱۱۶) پر درج ہے:

I will personally deal with anyone who will not listen to the messages The Prophet claims on my behalf.

میں ہر اُس شخص سے ساتھ ذاتی طور پر نمٹوں گا جو اس نبی کے ان پیغامات کو نہیں سنے گا جو وہ میری طرف سے پیش کرے گا۔

اس کا مطلب ہے کہ یہ معاملہ 'اختیاری' نہیں، بلکہ ایک لازمی، بہت اہم اور حساس معاملہ ہے۔ جو بھی اس 'نبی' کی، جب وہ آئے گا، سمع و طاعت نہیں کرے گا، اس سے اس کا حساب لیا جائے گا اور اسے اس بے اعتنائی کی مناسب حال سزا دی جائے گی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ معاملہ بہت اہم اور سنجیدہ نوعیت کا ہے۔ اور مخاطب سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اس کے بارے میں ہشیار، آگاہ اور چوکنا رہے۔

(۲) 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸: ۱۵ تا ۲۲۔

3. Deu. 18:15-22, KJV/AV.

(۴) اس لفظ 'درمیان' کے لیے عبرانی زبان میں 'قریب' کا لفظ آیا ہے جس کے معنی 'سٹرونگ (Strong) کے لغت' کے اندراج ۷۱۳۰، صفحہ ۱۰۵ پر 'قریب ترین حصہ' درج ہیں، اور اندراج ۷۱۲۶ میں ہے 'قرب' جس کے معنی درج کیے گئے ہیں: 'ایک بنیادی مادہ، قریب پہنچنا یا لانا، قریب ہونا'۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'قرب' اس کا بنیادی مفہوم ہے اور اس لحاظ سے 'تیرے درمیان سے' کا مفہوم ہوگا 'تیرے قریبی رشتہ داروں میں سے'۔ اس طرح یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ 'ایک نبی' اسرائیلیوں کے قریبی رشتہ داروں میں سے ہوگا۔ جو یقینی طور پر نسلِ اسماعیلؑ کے اکلوتے نبی یعنی حضرت محمد ﷺ ہی ہو سکتے ہیں۔

(۵) (الف) 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸: ۱۸ میں درج ہے 'میں ان کے لیے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا'۔

(ب) 'کتابِ مقدس' اعمال ۳: ۲۲ میں درج ہے 'چونکہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ خداوند خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا۔ جو کچھ وہ تم سے کہے اس کی سننا'۔

(ج) کتابِ اعمال ۷: ۳۷ میں لکھا ہے 'خدا تمھارے بھائیوں میں سے تمھارے لیے مجھ سا ایک نبی پیدا کرے گا' (انگریزی بائبل میں مزید درج ہے کہ تم اُس کی بات سننا)۔

6. Dr. A. Cohen, Soncino Chumash (Surrey: Hindhead, 1947), 1085.

7. New Oxf Annotated Bible (NY: Oxf Univ Press, 1989), 242: OT.

8. N I V (New Jersey: International Bible Society, 1984), 202 f.

9. Good News Bible (London: BFBS, 1982), 189; Today's English Version. (NY: American Bible Society, 1978), 192.

کتاب ہذا کے مصنف نے اب اسی کا 'نظر ثانی شدہ' ایڈیشن (منٹو ۲۵۶۶ Minto 2566، دی بائبل سوسائٹی اِن آسٹریلیا، ۱۹۹۴ء) حاصل کرلیا ہے۔ اس میں بھی کسی ردوبدل کے بغیر صفحہ ۲۱۱ پر یہی ترجمہ برقرار رکھا گیا ہے۔

10. The New Jerusalem Bible, Pocket Edn. (London: Darton Longman & Todd, 1990), 180.

(۱۱) 'دی ریوائزڈ برکلے ورشن' (RBV)، دی گڈین انٹرنیشنل، ۱۹۷۴ء، استثنا ۱۸:۱۵، صفحہ ۱۵۷۔ اس کے سرورق پر یہ دعویٰ درج ہے 'اصل زبانوں سے مکمل طور پر ایک نیا ترجمہ'۔

12. The Heb. and Aramaic Lexicon, ed. L. Kochler & W. Baumgartner (Brill: Leiden, 2001), 2:1132-34.

13. Deu. 18: 2 KJV.

(۱۴) 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸:۲۔

15. Judges. 20:13 KJV.

(۱۶) 'کتابِ مقدس'، قضاۃ ۲۰:۱۳۔

17. Num. 8:26 NKJV.

(۱۸) 'کتابِ مقدس'، گنتی ۸:۲۶۔

19. 1-Kings 12:24 KJV.

(۲۰) 'کتابِ مقدس'، ا۔سلاطین ۱۲:۲۴۔

21. James Strong, A Concise Dic. of the Words in the Heb. Bible (NY: The Methodist Book Concern, 1984), entry 251, p. 10.

22. Deu. 23:7 KJV.

(۲۳) 'کتابِ مقدس'، استثنا ۲۳:۷۔

24. Gen. 16:9-12 KJV.

(۲۵) صاف ظاہر ہے کہ یہاں 'بھائیوں' سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اپنی اولاد تو کسی طرح مراد نہیں ہوسکتی۔ پھر لامحالہ یہاں 'بھائیوں' سے مراد حضرت ابراہیم کی اسماعیل کے علاوہ دیگر بیٹوں کی نسل ہی مراد ہوسکتی ہے، جن میں بنی اسرائیل بھی شامل ہیں، یعنی یہاں بنی اسماعیلؑ کو بنی اسرائیل کے بھائی کہا جارہا ہے۔

(۲۶) 'کے سامنے' (پیدائش ۱۶:۱۲ میں بھی اور ۲۵:۱۸ میں بھی، جسے KJV نے 'in the presence of' لکھا ہے) سے مراد 'مشرق میں' ہے۔ 'اے نیو کمنٹری اون ہولی سکرپچر' (لندن: .S.P.C.K، ۱۹۵۱ء) صفحہ ۵۱ پر درج ہے:

'In the presence of' should be 'to the east of' as R.V. The house of the

Ishmaelite tribes was on the S. E. of Israel.

'کے سامنے' کو 'کے مشرق میں' ہونا چاہیے جیسا کہ 'ریوائزڈ ورشن' میں ہے۔ بنی اسماعیلؑ کے قبائل کی سکونت اسرائیل کے جنوب مشرق میں تھی۔

'دی کمپیکٹ NIV سٹڈی بائبل' نے بھی ۱۲:۱۶ کے ضمن میں صفحہ ۳۲ پر اور ۱۸:۲۵ کے ضمن میں صفحہ ۴۵ پر یہی 'to the east of' لکھا ہے۔

(۲۷) 'کتابِ مقدس'، پیدایش ۱۶:۱۰ تا ۱۳۔

(۲۸) 'کتابِ مقدس'، پیدایش ۲۵:۱۶ تا ۱۸۔

29. The Way, An Illustrated Edn. of The Living Bible (Illinois: Tyndale House Publishers, 1976), 174.

30. Holy Bible, New Living Translation (Illinoise: Tyndale House Publishers, Inc., Wheaton, USA, 1999), 166

31. The New English Bible (Oxford: The Bible Societies in association with Oxford University Press, Cambridge University Press 1985), 136.

(۳۲) 'کتابِ مقدس'، استثنا ۱۸:۱۸۔

(۳۳) 'کتابِ مقدس'، متی کی انجیل ۲۱:۴۳۔

(۳۴) یہاں 'اپنے بیٹے' سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی بیوی سے اُس کے اپنے مادۂ منویہ کے ذریعے سے پیدا ہونے والے کوئی صُلبی بیٹے تھے۔ اُن کے متعلق یہ دعویٰ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ زمین و آسمان کا کوئی آدمی یا کوئی اور مخلوق اللہ تعالیٰ کے کسی عورت (یا مؤنث جوڑے) کے ساتھ کسی جنسی ملاپ کے نتیجے میں کبھی بھی پیدا نہیں ہوئی، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تو کوئی بیوی ہی نہیں۔ وہ تو اپنی نوع کا یکتا فرد ہے۔ وہ خداؤں کے کسی نام نہاد خاندان یا جنس کا رُکن نہیں۔ اس طرح کی کسی نوع کا سرے سے وجود ہی ممکن نہیں۔ انسان فانی ہے اور ایک فانی انسان کا باپ بھی لازماً فانی ہونا چاہیے۔ اب بھلا کون یہ سوچ سکتا ہے کہ (معاذ اللہ، خاکم بدہن) اللہ بھی فانی ہو سکتا ہے؟ قرآن کریم کی سورۃ الرحمٰن (۵۵) میں بیان کیا گیا ہے: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ وَيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ: یعنی 'دُنیا کی ہر چیز فنا ہونے والی ہے اور خدائے ذوالجلال والاکرام کا وجود باقی رہے گا'۔ بائبل میں انسانوں کے لیے 'خدا کا بیٹا' کے الفاظ کا استعمال اِتنا عام ہے کہ اس کا شمار بھی مشکل ہے۔ یہاں پر اگر یہ بعد کے کسی مرتب کا اضافہ نہ ہو تو لفظ 'بیٹا' یہاں اس مفہوم میں استعمال ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں نمایاں طور پر ایک غیر معمولی طریقے سے وجود بخشا تھا، اور انھیں متعدد معجزات عطا فرمائے تھے، تا کہ بنی اسرائیل کے پاس انھیں ردّ کرنے یا ان کا انکار کرنے کا کوئی عذر یا وجہ جواز باقی نہ رہ جائے۔ تاہم یہ بات واضح طور پر ذہن نشین

رہے کہ یہ ساری عبارت محض ایک تمثیل ہے نہ کہ اپنے تمام اجزا کے اعتبار سے کوئی بیانِ امرِ واقعہ۔

(۳۵) 'انٹرنیشنل بائبل کمنٹری' (ٹی پی آئی بنگلور، ۲۰۰۴، ص ۱۳۷۹) میں اس تمثیل کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

This is an updated version of the Song of the Vineyard in Isa. 5:1-7, where the owner is God and the vineyard is Israel that, in spite of care and cultivation by the owner, produces only wild grapes. In this version tenants are added who are to care for the vineyard and are responsible for producing the fruits for the owner. These tenants are the religious leaders whose responsibility is to nurture spiritual growth and fruitfulness among the people. This is the fruit the owner's servants the prophets, are sent to collect. The mistreatment of the prophets of the past by beating, killing, and stoning is well attested (Jer. 20:2; 26:21-23; 2Chr. 24:19-21) and was often referred to by Jesus (5:12; 22:6; 23:30-37). Now God has sent God's son, Jesus.

یہ کتاب یسعیاہ ۵:۱ تا ۷ کے تاکستان کے گیت' کی اصلاح شدہ صورت ہے، جہاں مالک اللہ تعالیٰ ہے اور 'تاکستان' اسرائیل ہے، جو مالک کی دیکھ بھال اور کاشت کے باوجود جنگلی انگوروں کے علاوہ کوئی پیداوار نہیں دیتا۔ موجودہ بیان میں 'ٹھیکیدار باغبانوں' کا اضافہ کیا گیا ہے، جنھوں نے تاکستان کی دیکھ بھال کرنا ہے اور جو مالک کے لیے پھل پیدا کرنے کے ذمے دار ہیں۔ یہ ٹھیکیدار مذہبی رہنما ہیں جن کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ لوگوں کی روحانی نشو ونما اور بارآوری کے لیے کوشش کریں۔ یہ وہ پھل ہے، جسے اکٹھا کرنے کے لیے مالک کے خادموں یعنی انبیا کو بھیجا گیا۔ ماضی کے ان انبیا سے بدسلوکی اور ان کی مار پیٹ، قتل اور سنگساری کے کافی شواہد موجود ہیں (یرمیاہ ۲۰:۲، ۲۶:۲۱ تا ۲۳، ۲-تواریخ ۲۴: ۱۹ تا ۲۱) اور اس کا حضرت عیسیٰؑ نے بھی بار بار حوالہ دیا ہے (۵:۱۲؛ ۲۲:۶؛ ۲۳: ۳۰ تا ۳۷)۔ اب خداوند نے خدا کا بیٹا عیسیٰؑ بھیجا ہے۔

(۳۶) 'کتابِ مقدس'، انجیل متی ۲۱: ۳۳ تا ۴۰۔

(۳۷) رومی جرنیل ٹائیٹس 'Titus' (جو بعد میں ۷۹ء میں رومن ایمپائر کا شہنشاہ بنا اور ۸۱ء میں اپنی وفات تک شہنشاہ رہا) کے ہاتھوں ۷۰ء میں یروشلم کی تباہی کے موقع پر یہ عملی طور پر سچ ثابت ہوا۔ حضرت عیسیٰ ں نے ہیکل اور یروشلم کی اس تباہی کی پہلے سے پیش گوئی کر دی تھی، جیسا کہ ان کا ارشاد ہے: 'تو ان بڑی بڑی عمارتوں کو دیکھتا ہے؟ یہاں کسی پتھر پر پتھر باقی نہ رہے گا، جو گرایا نہ جائے۔' ('کتابِ مقدس'، مرقس کی انجیل، ۱۳:۲)۔

(۳۸) اس لفظ 'دوسرے' کے لیے اصل یونانی لفظ 'ایلوس' (allos) ہے، جس کے معنی ہیں 'کوئی اور' (else) یعنی مختلف

(متعدد اطلاقات کے لحاظ سے)[’سٹرونگز ڈکشنری آف دی گریک ٹسٹامنٹ‘، اندراج ۲۴۳، صفحہ ا]۔

(۳۹) ’دوسرے باغبانوں‘ سے مراد ہے ’ایک مختلف ٹھیکیدار‘، جس کا اشارہ اولادِ اسماعیلؑ کی طرف ہے جو ایک ’دوسری قوم‘ ہیں، جیسا کہ آیت ۴۳ میں درج ہے: ’اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو، جو اس کے پھل لائے، دے دی جائے گی۔‘

(۴۰) یہ حضرت ہاجرہ اور ان کے فرزند حضرت اسماعیلس کے مکے میں آباد کیے جانے کی طرف صریح اشارہ ہے۔ اس حوالے سے یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ تمثیل نبوت کے اولادِ اسرائیل سے اولادِ اسماعیل علیہ السلام کی طرف منتقل کیے جانے سے متعلق ہے۔ یہ بھی ایک تمثیلی بیان ہے۔

(۴۱) یہودی اپنے آپ کو ’چنی ہوئی قوم‘ (Chosen people) سمجھتے ہیں۔ اگر ’خدا کی بادشاہی‘ یعنی لوگوں کی امامت ان کے قبیلے سے باہر منتقل ہو جائے اور کسی ایسے ’دوسرے‘ کو تفویض کر دی جائے جو اسرائیلی نہ ہو، حالانکہ یہ ہو بھی ’خدا کا عمل‘، تو یہ ان کی نگاہ میں ’عجیب‘ ہی ہوگا۔

(۴۲) ’کتابِ مقدس‘، انجیل متی ۲۱:۴۱ تا ۴۳۔

(۴۳) ’کتابِ مقدس‘، استثنا ۳۳:۲ میں درج ہے:

> خداوند سینا میں آیا اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا۔ وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا اور لاکھوں قدسیوں میں سے آیا (اس مقام پر تقسیم ہند سے کافی پہلے کے نسخوں میں دس ہزار کا لفظ لکھا ہے جو KJV کا صحیح ترجمہ ہے۔ لیکن بعد میں یہ دیکھ کر کہ اس کا اطلاق تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے، کسی جواز کے بغیر اسے ’لاکھوں قدسیوں‘ میں بدل دیا گیا) اس کے دہنے ہاتھ پر اُن کے لیے آتشی شریعت تھی۔

یہ پیشین گوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات سے بالکل پہلے بیان فرمائی تھی۔ آیت کے پہلے حصے ’خداوند سینا سے آیا‘ کا تعلق کوہِ سینا پر حضرت موسیٰ ں کو تبلیغ و دعوت کا فریضہ تفویض کرنے سے ہے۔ دوسرے حصے ’اور شعیر سے ان پر آشکار ہوا‘ کا تعلق حضرت عیسیٰ ں کو شعیر کے خطے میں دعوت و تبلیغ کا فریضہ سونپنے سے ہے۔ تیسرے حصے ’وہ کوہِ فاران سے جلوہ گر ہوا‘ کا تعلق کوہِ فاران پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فریضہ نبوت تفویض کیے جانے سے ہے (’اے سائیکلوپیڈک بائبل کنکارڈینس‘، اوکسفرڈ یونیورسٹی پریس NY، صفحہ ۲۱۷ پر ’فاران‘ کے معنی ’Cavernous‘ یعنی ’بڑی بڑی غاروں والا علاقہ‘ درج ہیں۔ مکہ فی الواقع اسی طرح کا خطہ ہے۔ واضح رہے کہ ’فاران‘ اس پہاڑوں اور غاروں والے خطے کا نام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی بیوی ہاجرہ اور اپنے اکلوتے اور پہلوٹے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کو آباد کیا تھا، کیونکہ خداوند تعالیٰ نے انھیں اس کا حکم دیا تھا (’کتابِ مقدس‘، پیدایش، ۲۱:۲۱)۔ آیت کے چوتھے حصے ’وہ دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا‘ کا تعلق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس ہزار قدسی صحابہؓ کے ساتھ مکے کی فتح سے ہے۔ یہ انسانی تاریخ کا ایک نادر اور بے مثال واقعہ ہے، جس میں ٹھیک دس ہزار صحابہ کرامؓ نے حصہ

لیا۔ یہاں لفظ 'آیا' کے لیے اصل عبرانی بائبل میں 'اتی' کا لفظ استعمال ہوا ہے، جس کے معنی 'سٹرونگ کے لغت' میں 'To come upon' درج ہیں۔ 'دی اوکسفرڈ ڈکشنری اینڈ تھیسارس'، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۲۸۱ پر اس محاورے کے معنی ہیں: 'To attack by surprise'۔ رسول اللہ ﷺ بعینہٖ اسی طرح مکے تشریف لائے تھے تاکہ اہلِ مکہ مسلمانوں کی طاقت دیکھ کر ہتھیار نہ اُٹھائیں اور مکہ کا شہرِ حرام بغیر کسی خونریزی کے فتح ہو جائے۔ آیت کے پانچویں حصے 'اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لیے آتشی شریعت تھی'، کا تعلق محمد رسول اللہ ﷺ پر نزولِ قرآن سے ہے۔ جو قانونِ خداوندی کا آخری اور مکمل ضابطہ ہے۔

44. Rvd. James L. Dow, Collins Gem Dic. of the Bible, Gen. Ed. J. B. Foreman (London: Collins, 1974), s.v. 'Moses', p. 401-403.

(۴۵) یہاں پر یہ امر ذہن نشین رہے کہ لغت نویس نے اپنا معروضی تبصرہ درج کیا ہے۔ یہ بات بآسانی سمجھی جا سکتی ہے کہ حضرت موسیٰ ں کے جمیع اوصاف کا پوری انسانی تاریخ میں محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اور کسی شخصیت کے ساتھ موازنہ نہیں کیا جا سکتا۔ اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر تو کسی طرح بھی اطلاق ممکن نہیں، لیکن پھر بھی بہت سے مسیحی علما پوری کاوش سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

(۴۶) میکنزی کی لغت بائبل میں حضرت یوشعؑ کے متعلق وضاحت کی گئی ہے۔

> Lieutenant and successor of Moses and hero of the book of Joshua. (...); he appears as military leader and as an attendant of Moses who guarded the tabernacle. He was one of the men sent to scout Canaan before the entrance of the Israelites and with Caleb resisted the timidity of the other scouts. (...) Joshua was solemnly commissioned to succeed Moses.

حضرت موسیٰؑ کے مقرر کردہ سالار اور جانشین اور بائبل کی کتاب 'یوشعؑ' کے ہیرو۔(...)؛ وہ حضرت موسیٰؑ کے خادمِ خاص اور سپہ سالار کی حیثیت سے نمایاں ہیں اور خیمۂ عبادت کے بھی سربراہ تھے۔ وہ اُن آدمیوں میں سے ایک تھے جنھیں اسرائیلیوں کے کنعان میں داخلے سے قبل جاسوسی کے لیے بھیجا گیا تھا اور جنھوں نے کالب کے ساتھ ہم زبان ہوکر دوسرے جاسوسوں کی بزدلی کی مخالفت کی۔(...)۔ یوشعؑ کو باقاعدہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی جانشینی کے لیے مقرر کیا گیا۔

(۴۷) محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات میں یہ پیشین گوئی کتنی واضح اور غیر مبہم طور پر پوری اتری۔ وہ فتح مکہ کے موقع پر رازدارانہ طریق سے شہر مکہ میں اپنے ہیکل یعنی کعبہ پر آئے، تاکہ یہ شہر کسی جنگ و جدل اور خونریزی کے بغیر فتح ہو۔ اہل مکہ کو محمد رسول اللہ ﷺ کے دس ہزار پاکبازوں کے سربراہ کی حیثیت سے مکہ پہنچنے کا علم صرف اس وقت ہوا جب آپؐ شہر کے دروازوں پر اچانک نمودار ہوئے اور اس طرح مکہ شہر بغیر کسی خونریزی کے فتح ہوا۔ یہ ہو بہو وہی بات

ہے جس کے متعلق حضرت ملاکی نے فرمایا تھا: 'وہ اچانک اپنے ہیکل میں آئے گا'۔

(۴۸) اس 'آموجود ہوگا' (Shall suddenly come) کے لیے جو عبرانی لفظ استعمال ہوا ہے، اس کا تلفظ ہے 'بو' (bow)۔ 'سٹرونگ کی عبرانی بائبل ڈکشنری' کے اندراج ۹۳۵، صفحہ ۱۹ پر اس کے معنی ہیں:

To go or come (in a wide variety of applications): abide, befall, besiege, go (down, in, to war), [in-] vade, load.

جانا یا آنا (اطلاقات کے ایک وسیع تنوع کے مفہوم ہیں) ثابت قدمی سے کھڑے رہنا، کوئی ناخوش گوار واقعہ آن پڑنا، محاصرہ کرنا، (جنگ کے لیے) جانا، حملہ کرنا، لادنا۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'عہد کا رسول' (یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے اپنے حق میں کبھی 'عہد کا رسول' ہونے کا دعویٰ نہیں کیا) اچانک جنگ کو آئے گا، اپنے ہیکل کا محاصرہ کرے گا اور اس پر حملہ آور ہوگا:

Shall suddenly go down to war, besiege, and invade his temple.

یہ بات محمد رسول اللہ ﷺ کی فتح مکہ کے بارے میں بالکل درست ہے اور واقعے کی ہو بہو عکاسی کرتی ہے۔ کوئی اور پیغمبر کبھی اس طرح اچانک فاتحانہ شان کے ساتھ اپنے ہیکل میں نہیں آیا، جس طرح کہ محمد رسول اللہ ﷺ آئے۔

(۴۹) 'کتابِ مقدس'، ملاکی، ۳:۱۔

50. J. L. MeKenzie Dic. of the Bible. 537.

(۵۱) 'کتابِ مقدس'، استثنا، ۳۴:۱۰۔

52. The Bible Knowledge Commentary, ed. John F. Walvoord, & R. B. Zuck (Illinois: SP Publ, Inc., Weaton, 3rd Edn., 1986), p. 297 .

(۵۳) 'کتابِ مقدس'، انجیل یوحنا، ۱:۱۹ تا ۲۵۔

(۵۴) 'کتابِ مقدس'، متی کی انجیل، ۱۱:۲ تا ۶۔

(۵۵) 'کتابِ مقدس'، اعمال، ۳:۱۹ تا ۲۴۔

(۵۶) ظاہر ہے کہ یہاں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمدِ ثانی ہی مراد ہو سکتی ہے، کیونکہ ان کی پہلی آمد تو اس وقت تک ہو کر ختم بھی ہو چکی تھی۔

(۵۷) المزمل ۷۳:۱۵ تا ۱۹۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆